Quarterly Research Journal of Arabic
ALOROOBA
العروبة
ISSN (Print): 2710-5172
ISSN (Online): 2710-5180

Volume: *4* ***Issue***: *2 (April – June 2023)*

Alorooba Research Journal

ISSN (Print): *2710-5172* ***ISSN (Online):*** *2710-5180*

HJRS: *https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1021427#journal_result*

Issue URL: *https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/issue/view/11*

Article URL: *https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/article/view/64*

Title:

امہات المؤمنین کے حجروں کی تملیکی حیثیت کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Ownership Status of the Houses of Ummahat ul-Mu'minin

Indexation:
ISSN, DRJI, Euro Pub, Academia, Google Scholar, Asian Research Index, Index Copernicus International, index of urdu journals.

Authors:

Muhammad Naveed Ahmad
PhD Scholar, Islamic Studies
Abdul Wali Khan University Mardan (AWKUM)
E-mail: naveedawkum092@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-7343-565X

Murad Ahmad
PhD Scholar, Islamic Studies
Abdul Wali Khan University Mardan (AWKUM)
E-mail: ahdmurad1@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0003-2101-3612

Haseena
PhD Scholar, Islamic Studies
Abdul Wali Khan University Mardan (AWKUM)
E-mail: haseenag407@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0008-8665-0413

Citation: *Muhammad Naveed Ahmad, Murad Ahmad, & Haseena. (2023). An Analytical Study of the Ownership Status of the Houses of Ummahat ul-Mu'minin: امہات المؤمنین کے حجروں کی تملیکی حیثیت کا تجزیاتی مطالعہ. Alorooba Research Journal, 4(2), 15-36. Retrieved from https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/article/view/64*

Published: *2023-04-29*

Publisher: *Alorooba Academic Services SMC-Private Limited*
Islamabad- Pakistan

امہات المؤمنین کے حجروں کی تملیکی حیثیت کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Ownership Status of the Houses of Ummahat ul-Mu'minin

Muhammad Naveed Ahmad
PhD Scholar, Islamic Studies
Abdul Wali Khan University Mardan (AWKUM)
E-mail: naveedawkum092@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0000-0002-7343-565X

Murad Ahmad
PhD Scholar, Islamic Studies
Abdul Wali Khan University Mardan (AWKUM)
E-mail: ahdmurad1@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0000-0003-2101-3612

Haseena
PhD Scholar, Islamic Studies
Abdul Wali Khan University Mardan (AWKUM)
E-mail: haseenag407@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0009-0008-8665-0413

Abstract

At the time of the death of Rasulullah ﷺ, nine wives were still alive. There were nine houses for their residence because in Islamic teachings it is necessary to give each wife a separate room or house so that they do not have to bear any kind of trouble. In the terms of Sharia, we call it 'Haq' refers to habitation. These houses of Ummahat-ul-Mu'minin are also called "Hujras". After coming to Madinah, when the construction of the Prophet's Mosque was completed, the Prophet (peace be upon him) built houses for two wives for which land was given by Haritha bin Nu'man Ansari. When the number of wives increased, the Prophet (peace be upon him) built more houses. Ummahat-ul-Mu'minin got these houses for permanent residence for life as their sustenance was also for life. After the death of Ummahat-ul-Mu'minin, these houses became part of the Prophet's Mosque. However, the opinion of some people regarding the residence status of Ummahat-ul-Mu'minin in these houses is that these houses were given to them only for residence. While some people say that the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) bequeathed these houses to them during his lifetime. As the legacy of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) cannot be continued, therefore, he (peace be upon him) made them the owner during his lifetime.

Keywords: *Rasulullah ﷺ, Houses, nine wives, Ownership, Ummahat ul-Mu'minin, Madinah.*

تمہید

امہات المؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے اونچی قدر و منزلت سے نوازا تھا جس کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کو اپنے نبی ﷺ کے گھر اور نبی کے گھروں کو ان کے گھر قرار دیا ہے۔ یہ اسی صورت ممکن ہوا کہ

خدائے علیم وخبیر کے نزدیک نبی ﷺ اور ان کی ازواج کے مابین کامل ہم آہنگی، یک رنگی اور یک جہتی موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ ان کے گھروں کے سربراہ تھے تو یہ ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کے گھر کی ملکائیں تھیں۔ ان مقدس اور بابرکت گھروں کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ ان کی نسبت سے قرآن مجید میں ایک سورت "سورۃ الحجرات" کے نام سے نازل ہوئی ہے۔ یہی وہ بابرکت حجرے ہیں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وہ شان ملی اور انہیں اس وقار واحترام سے نوازا گیا جس کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں ملے گی۔ ان میں وحی کے ذریعے تعلیمات الٰہی نازل ہوتی تھیں اور ان کی ملکائیں انہیں یاد کرنے اور بیان کرنے پر مامور تھیں۔ اس طرح یہ حجرے اور یہ گھر انوار وتجلیاتِ الٰہی کے مراکز اور نورانی تعلیمات کے مدارس بن گئے۔ ازواجِ مطہرات کے وہ حجرے جنہیں انقلابِ آفرین اور تاریخ ساز تحریک کے مراکز اور علم وحکمت کے مخازن کی حیثیت حاصل تھی اور جنہوں نے اس انسانیت نواز جدوجہد میں تعلیمی درسگاہوں اور تزکیہ نفوس کی تربیت گاہوں کا مثالی کردار ادا کیا ان کی ظاہری شکل وصورت اور تملیکی حیثیت کیا تھی؟ درحقیقت نان، نفقہ اور سکنیٰ بیوی کا حق اور شوہر کے ذمہ فرض ہے۔(1) مالی حالات کے مطابق کھانے، پینے، ضروریات زندگی اور رہائش کی اچھی سہولیات فراہم کرنا شوہر کے ذمہ ہے، تاہم نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی نان ونفقہ اور رہائش کا تعلق صرف نبی کریم ﷺ کی حیات کے ساتھ ہی نہیں تھا بلکہ آپ کی وفات بعد بھی ان کا یہ نان ونفقہ جاری وساری رہا۔ اسی طرح ان حجروں میں امہات المؤمنین کی رہائش بھی تاحیات تھیں البتہ ان کی رہائش کس حیثیت سے تھیں؟ کیا وہ ان گھروں کی مالکائیں تھیں یا صرف تاحیات رہائش وسکونت کے لیے یہ حجرے انہیں مہیا کئے گئے تھے؟ زیرِ بحث تحقیق میں یہی امر واضح کیا گیا ہے۔

بیوی کا حقِ سکنیٰ اور اسلام

قرآن وسنت اور شریعتِ مطہرہ کے مزاج کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے نفقہ میں اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں، جو اصل میں ہر زمانہ کے عرف اور حالات سے متعلق ہیں اور اس سلسلہ میں قطعی تحدید وتعیین نہیں کی جاسکتی، تاہم پھر بھی فقہاء کرام نے ایک حد تک ان کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ بعض فقہاءِ شوافع نے سات چیزوں کا ذکر کیا ہے: کھانا، سالن، صفائی ستھرائی کا سامان، لباس، گھر کا ضروری اثاثہ، رہائش گاہ، اور اگر عورت ایسے سماج سے تعلق رکھتی ہو جس میں خدام اور نوکروں چاکروں سے کام لیا جاتا ہو تو خام کا نظم۔(2)

صاحبِ ہدایہ بیوی کے بنیادی حقوق کے متعلق رقم طراز ہے:

"النفقة واجبة للزوجة على زوجها، مسلمة كانت أو كافرة، إذا سلمت نفسها إلى منزله؛ فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها"(3)

''بیوی مسلمان ہو یا کافر شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہے، بشرطیکہ وہ اپنا نفس شوہر کے حوالے کر دے تو شوہر کے ذمہ بیوی کا خرچہ، لباس اور سکنی لازم ہے۔''

نفقہ میں رہائش کا انتظام بھی شامل ہے، اس کو فقہاء "سکنٰی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیوی کے لیے رہائش کے انتظام وانصرام کو واجب قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾.(4)

''اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو مطابق دستور کے ہو۔''

اس آیت کریمہ میں شوہر کے ذمہ کھانا اور کپڑا لازم قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جگہ خصوصیت سے رہائش کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾(5)

''ان عورتوں کو وہاں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اپنی گنجائش کے مطابق۔''

مکان کے سلسلے میں حسبِ ذیل احکام ہیں:

1: یہ ضروری نہیں کہ رہائشی مکان مملوکہ ہو، کرایہ یا عاریت کا مکان ہو، یہ بھی کافی ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"سواء كان ملكا له او إجارة أو عارية"(6)

''چاہے وہ اس کی ملکیت میں ہو یا اجارہ پر لی ہوئی یا عاریت لی گئی ہو۔''

2: بیوی کو ایسا گھر فراہم کیا جائے جس میں اس کی خواہش کے بغیر اس کو دوسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔ اس سلسلے میں فقہاء نے خاصی تفصیلات ذکر کی ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

الف: ایک صورت یہ ہے کہ مکان ایک ہی کمرہ کا ہو اور اس میں زوجین کے ساتھ کوئی اور مرد یا خاتون مقیم ہو یا ایسا بچہ جو صنفی تعلق کا شعور رکھتا ہو، بالاتفاق ایسا مکان سکنی کے لیے ناکافی ہے۔

ب: ایسا مکان جس کے احاطہ میں کوئی اور شخص مقیم نہ ہو اور عورت کو وہاں رہنے میں خوف دامن گیر نہ ہو، یہ صورت بالاتفاق کافی ہے۔

ج: مکان کا ایک احاطہ ہو اس میں کئی علیٰحدہ کمرے ہوں، ہر کمرہ مستقل طور پر مقفّل کیا جا سکتا ہو، بیت الخلاء اور باورچی خانہ بھی الگ الگ ہو، دوسرے کمروں میں سوکن کے علاوہ دوسرے سسرالی رشتہ دار رہتے ہو اور عورت کو ان سے کوئی اذیت نہ پہنچ رہی ہو تو اس صورت میں یہ کافی ہو جائے گا، یہی راجح ہے۔ گو بعض فقہاء کے نزدیک اس صورت میں بھی وہ علیٰحدہ مکان کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

د: مکان ان ہی خصوصیات کا حامل ہو، لیکن دوسرے کمرے میں سوکن مقیم ہو، تو اس صورت کے بارے میں اختلاف ہے کہ شوہر بیوی کو اس میں اقامت پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ قول راجح یہ ہے کہ مجبور نہیں کر سکتا، کیونکہ سوکنوں کے درمیان اختلاف بہت شدید ہوتا ہے۔

ہ: ایک بڑا احاطہ ہو، متعدد کمرے ہوں اور بیت الخلاء مشترک ہو، شوہر غریب ہو، اس سے بہتر مکان لینے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو، تو اس صورت میں وہ اپنی بیوی کو اسی مکان میں رہائش پر مجبور کر سکتا ہے، یہ زیادہ صحیح قول ہے، گو اس میں اختلاف ہے۔

3: یہ ضروری ہے کہ مکان ایسی جگہ ہو جہاں صالحین کا پڑوس ہو اور عورت خوف نہ محسوس کرتی ہو۔ اگر پڑوس میں لوگ نہ ہو تو ضروری ہے کہ مکان محفوظ ہو اور شوہر بیوی کے ساتھ ایسی خاتون کو بھی رکھے جس سے وہ مانوس ہو۔(7)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بیوی کی رہائش کے لیے گھر کا انتظام اور انصرام شوہر کی ذمہ داری ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ساری ازواجِ مطہرات کے مستقل اور الگ گھروں کا انتظام کر رکھا تھا۔ ذیل میں ان گھروں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

حجرات کی تعمیر

ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ مسجدِ نبوی کی تعمیر میں لگ گئے۔ مسجد کی تعمیر کے سے فارغ ہوئے تو ازواجِ مطہرات کے لیے حجروں کی بنیاد ڈالی اور سردست دو حجرے تیار کرائے۔ ایک سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے لیے اور دوسرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے۔ بقیہ حجرے بعد میں حسبِ ضرورت تعمیر ہوئے۔ درحقیقت مسجد کے متصل حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے مکانات تھے جب آپ کو ضرورت پیش آتی تو حضرت حارثہ آپ کو نذر کردیتے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام مکانات آپ کی نذر کردئے۔ اکثر حجرے کھجور کی شاخوں کے اور بعض کچی اینٹوں کے تھے۔ دروازوں پر کمبل اور ٹاٹ کے پردے تھے۔ حجرے کیا تھے؟ زہد و قناعت کی تصویر اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ تھے۔(8)

محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مسجد کے قریب گھر تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی شادی ہوگئی تو اس نے وہ سارے گھر نبی کریم ﷺ کو دے دئے اور خود وہاں سے منتقل ہوگیا۔(9) یہی وجہ ہے کہ ہجرت کے بعد اپنے اہل وعیال اور بیٹیوں کو مکہ سے لانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو مکہ مکرمہ روانہ کیا تاکہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو لے آئیں۔ اور انہی کے ہمراہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی بکر کو روانہ کیا تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ام رومان اور

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کو لے آئیں۔ جب زید بن حارثہ سب کو لے کر مدینہ پہنچے تو اس وقت آپ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے تعمیر کردہ حجروں میں منتقل ہو گئے۔(10)

نبی کریم ﷺ کے نو گھر تھے جن میں سے کچھ تو کھجور کی ٹہنیوں اور گارے سے بنے ہوئے جن کے چھتیں بھی کھجور کی ٹہنیوں کی تھیں اور ان کے اوپر مٹی بچھادی گئی تھی۔ باقی حجرے پورے کے پورے ہی کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے سوائے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے کہ انہوں نے اپنا حجرہ پکا بنالیا تھا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ جب دومۃ الجندل کے غزوہ کے لیے تشریف لے گئے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حجرہ پختہ بنوالیا۔ آپ وہاں سے واپس تشریف لائے تو اپنی ازواج میں سے سب سے پہلے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے پکا مکان دیکھا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ مکان کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے لوگوں کی نظروں سے پردہ رکھنے کے لیے یہ مکان بنالیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ایک مسلمان کا مال خرچ ہونے کی بدترین صورت مکان کی تعمیر ہے۔(11) حسن بن ابی الحسن فرماتے ہیں کہ: میں کم عمری میں ان گھروں میں جاتا رہتا اور چھت کو ہاتھ لگاتا تھا۔(12)

عمران بن ابی انس فرماتے ہیں کہ: ازواج مطہرات کے گھروں میں چار گھر کچے اینٹوں کے بنے ہوئے تھے جن میں کھجور کے بنے ہوئے کمرے تھے اور پانچ گھر مٹی گارے کے بنے ہوئے تھے جن کے دروازوں پر بالوں کی بنی ہوئی چادریں پڑی ہوئی تھیں۔(13)

علامہ سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام مکانات پتیوں اور چھال کے بنے ہوئے تھے جن کے اوپر مٹی لیپ دی گئی تھی۔ البتہ ان میں سے ایک آدھ اینٹوں کا تھا مگر چھتیں سب کی کھجور کی چھال کی ڈالی ہوئی تھیں۔ جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے حجرے کا تعلق ہے تو اس کے اوپر بالوں کا کپڑا ڈھکا ہوا تھا جس کو عرعر کی لکڑی سے باندھا گیا تھا۔(14)

تاریخ بخاری میں ہے کہ حجروں کے یہ دروازے کنڈیاں نہ ہونے کی وجہ سے انگلیوں سے کھٹکھٹائے جاتے تھے۔ جب ازواجِ مطہرات وفات پاگئیں تو ان گھروں کو مسجد کے ساتھ ملادیا گیا۔ یہ عبدالملک کا دورِ خلافت تھا جب انکا خط آیا تو اہلِ مدینہ ایسے دھاڑے مار مار کر رونے لگے جیسے نبی کریم ﷺ کے وفات کے دن روئے تھے۔(15)

حجروں کا نقشہ اور پیمائش

امہات المؤمنین کے حجرے مسجد کے ارد گرد تھے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک روشن دان تھا جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کھلتا تھا جب نبی کریم ﷺ باہر نکلتے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جھانک لیتے۔ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا گھر فاطمہ کے مشرقی جانب پر اور سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے شمالی جانب پر تھا۔ زینب بنت خزیمہ

رضی اللہ عنہا کا گھر سودہ رضی اللہ عنہا اور زینب ہلالیہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے مشرقی جانب تھا۔ حفصہ بن عمر رضی اللہ عنہا کا گھر عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سامنے جنوب کی جانب میں تھا۔ باقی گھر مسجد کے پیچھے شمالی مغربی جانب تھیں۔ ان گھروں میں ہر گھر کے حجرہ اور صحن کی پیمائش لمبائی اور چھوڑائی آٹھ گز تھی۔ اس لحاظ سے سارے گھروں کی مشترکہ پیمائش 128 بنتی ہے۔[16]

حجروں کو مسجد میں شامل کرنا

مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے گھر ولید بن عبدالملک کے حکم سے مسجد میں شامل کئے گئے تھے۔ عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت ولید کا خط پڑھا جارہا تھا تو میں وہاں پر موجود تھا جس میں ان گھروں کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم تھا۔ میں نے لوگوں کو اس سے زیادہ روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔[17] ابوامامہ سہل بن حنیفؓ فرمایا کرتے تھے کاش وہ حجرے اسی طرح چھوڑ دئے جاتے تاکہ لوگ دیکھتے کہ جس نبی کے ہاتھ میں من جانب اللہ دنیا کے تمام خزائن کی کنجیاں رکھ دی گئیں تھیں وہ نبی کیسے حجروں اور کیسے چھپروں میں زندگی بسر کرتا تھا۔[18] عطاء سعید بن المسیب سے نقل کرتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی قسم! میری چاہت یہ ہے کہ ان گھروں کو انہی کے حال پر چھوڑ دیا جاتا۔[19] عبداللہ بن زید ہذلی فرماتے ہیں کہ: اس نے ان گھروں کا گرانے کا منظر دیکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ان گھروں کو گرا رہے تھے جو پتھر اور گارے کے بنے ہوئے تھے اور ان کی تعداد نو تھیں۔ یہ گھر مسجد کے مشرقی جانب تھے اور مسجد کے ارد گرد تھے، البتہ مغرب کی جانب کوئی گھر نہیں تھا۔ یہ رائے ہذلی کے رائے کی مخالف ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ عبدالملک کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔[20] درحقیقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے 17 ہجری میں قبلہ اور غربی جانب میں مسجد نبوی کو بڑھایا اور شرقی جانب میں چونکہ ازواجِ مطہرات کے حجرے واقع تھے اس لیے اس جانب میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔[21] اس سے معلوم ہوا کہ حجرات کو گرانے کا واقعہ اموی دور میں پیش آیا تھا۔

حجروں کی خرید و فروخت

امام بخاری اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو انہوں نے اپنے گھر کی وصیت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے کر دی۔ اسی طرح جب سیدہ صفیہ بن حیی رضی اللہ عنہا کے وفات کا وقت قریب آ گیا تو انہوں نے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا گھر دینا چاہا چاہا تاہم انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ جب وہ وفات پا گئی تو علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے اس پر قبضہ کر لیا جو اس کی پرورش میں تھا اور معاویہ رضی اللہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔[22]

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی اولیاء نے یہ گھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔[23]

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے بذاتِ خود معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایک لاکھ روپے میں فروخت کیا تھا۔ان کا ایک یہودی بھائی تھا، صفیہ رضی اللہ عنہاان کو اسلام کی پیش کش کی تاکہ وہ مسلمان ہو جائے اور اس کو میراث مل جائے لیکن اس نے انکار کر دیا، پس انہوں نے اس کے لیے تین سو درہم کی وصیت کی۔[24]

معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھی ایک لاکھ اسی ہزار میں خرید لیا تھا ایک قول یہ ہے کہ آٹھ ہزار درہم میں، البتہ انہوں نے وفات تک رہائش کی شرط رکھ لی تھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں قیمت اسی مجلس میں دے دی جس کو انہوں وہاں بیٹھے بیٹھے تقسیم کر دیا۔ان سے کہا گیا کہ اگر ایک درہم چھوڑ دیتی تو اچھا ہوتا جس پر انہوں نے فرمایا کہ پہلے کیوں نہیں بتایا۔تاہم سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گھر سیدنا عبداللہ بن عمر کو وراثت میں ملا جسے انہوں نے بغیر عوض کے مسجد کا حصہ بنا دیا۔[25]

حجراتِ امہات المؤمنین کی تملیکی حیثیت

امہات المؤمنین کی رہائش جن گھروں میں تھیں وہ گھر نبی کریم ﷺ نے ان کو دئے تھے، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ امہات المؤمنین کی رہائش ان حجروں میں کس حیثیت سے تھی، جہاں تک قرآن وسنت کی نصوص کا تعلق ہے تو ان نصوص میں کوئی واضح حکم موجود نہیں ہے بلکہ کچھ نصوص میں نسبت امہات المؤمنین کی طرف کیا گیا ہے جب دوسری نصوص میں ان حجروں کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے لیکن صرف نسبت پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ نسبت من حیث الاسکان بھی ہو سکتا ہے اور من حیث الملک بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال ہم ان نصوص کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کے بعد قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کریں گے کہ ان کا مالک کون تھا؟ پھر سمجھئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں میں علماء کا اختلاف ہے:

قول اول:

ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ یہ گھر ازواج مطہرات کی ملکیت تھے اور وہ مالکہ کی حیثیت سے ان میں مقیم تھیں۔ اس کی دلیل ان حضرات کے بقول یہ ہے کہ ازواج مطہرات نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی انہیں گھروں میں مقیم رہیں، یہاں تک کہ وفات پا گئیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی علیہ السلام نے یہ گھر اپنی حیات ہی میں ازواج مطہرات کو ہبہ کر دیے تھے۔اس سلسلے میں امام بخاریؒ کا موقف درج ذیل ہیں:

امام بخاریؒ کا موقف:

امام بخاریؒ نے اپنے صحیح میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے جس کو "بَابُ مَا جَاءَ فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا نُسِبَ مِنَ البُيُوتِ إِلَيْهِنَّ"[26] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ فرما رہے ہیں کہ جیسے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے مال میں آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا نفقہ واجب تھا، اسی طرح سے آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے لیے اسکان بھی آپ کے گھروں میں واجب تھا، کیونکہ یہ تمام ازواج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں محبوس تھیں، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مکانات کے اندر اپنی ازواج مطہرات کو رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی وہ انہی مکانات کے اندر قیام پذیر رہیں۔ اس طرح یہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جیسے تاحیات نفقہ کی مستحق رہیں، اسی طرح وہ سکنیٰ یعنی مکان کی بھی مستحق رہیں۔[27]

درحقیقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ترجمة الباب کے تحت دو آیتیں ذکر فرمائی ہیں: ایک ﴿**وقرن في بيوتكن**﴾[28] اور دوسری ﴿**لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم**﴾[29]

پہلی آیت میں بیوت کی نسبت ازواج مطہرات، دوسری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے غالباً اس کے ذریعے اسی اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جس کا عنوان میں ذکر ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مذکورہ گھروں میں قیام من حیث الملک تھا یا من حیث الاسکان، یا یہ کہہ لیجیے کہ ان گھروں کا مالک ان کو بنایا گیا تھا یا صرف ان کو رہنے کے لیے یہ گھر دیے گئے تھے۔ اور اس کے بعد اس باب میں امام بخاریؒ نے سات روایات جمع کی ہے جن میں ان حجروں کی نسبت ازواجِ مطہرات کی طرف کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا رجحان اس مسئلہ میں اسی طرف ہے کہ امہات المؤمنین کی رہائش ان گھروں میں من حیث الملک تھی۔

شیخ زکریا اور شیخ رشید احمد گنگوہی کی رائے

شیخ الحدیث زکریاؒ کے بقول امام بخاری کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان بیوت کی ملکیت کے قائل تھے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ان گھروں میں مالکانہ حیثیت کے ساتھ مقیم تھیں، چنانچہ امام بخاریؒ نے "**وما نسب إليهن من البيوت**" کہہ کر غالبا اس امر کی ترجیح کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

لکھتے ہیں:

> "**وقول البخاري في الترجمة وما نسب إليهن لعله إشارة إلى ترجيح ملكهن**"[30]
>
> ''امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں "ومانسب الیھن" کے الفاظ ذکر کئے ہیں شاید یہ امہات المؤمنین کی ملکیت کی ترجیح کے لیے ہو۔''

اور یہی رائے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

"يعني بذلك أن إضافتها إليهن تمليكية، وإليه ﷺ لأدنى ملابسة، فكان قد ملكهن إياها قبل الموت، فلا يعترض على قوله: "لا نورث، ما تركناه صدقة"[31]

''امہات المؤمنین کی طرف اضافت تملیک کے لیے ہے اور یہ اضافت ادنی ملابست کی وجہ سے ہے۔ پس آپ ﷺ نے ان کو اپنی موت سے پہلے مالک بنادیا تھا پس اس حدیث کی وجہ سے اعتراض نہیں آتا کہ "ہمارا وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ دیتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

امام طبری کی رائے:

امام طبری کی رائے بھی یہ ہے کہ امہات المؤمنین کے حجروں میں ان کی رہائش من حیث الملک تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ازاواجِ مطہرات کو ان گھروں کا مالک بنادیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ کے بعد بھی ان رہائش پذیر رہیں۔[32]

امہات المؤمنین کی ملکیت پر دلالت کرنے والے نصوص

وہ نصوص جن میں حجروں کی نسبت ازواجِ مطہرات کی طرف ہوا ہے درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر1:

﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إلا أن يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾[33]

''نبی کریم ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے۔''

گھر عام طور پر مرد کا ہوتا ہے اور اسی کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے اس لحاظ سے اس آیت کریمہ میں بھی حجراتِ امہات المؤمنین کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہوا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان گھروں میں امہات المؤمنین کی رہائش صرف سکونت کے اعتبار سے تھی۔

دلیل نمبر2:

"أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْن عَبْدِ اللَّهِ بن عقبة بن مَسْعُودٍ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عنها زوج التي قالت: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمرض في بيتي"[34]

''حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو آپ نے دیگر ازواج مطہرات سے اس امر کی اجازت لی کہ وہ اپنہ بیماری کے دن میرے گھر میں رہیں، تو ازواج مطہرات نے اجازت دے دی۔''

اس روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔

دلیل نمبر3:

دوسری حدیث بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔

"توفي النبي ﷺ في بيتي، وفي نوبتي، وبين سحري ونحري، وجمع الله بين ريقي وريقه"، قالت: دخل عبد الرحمن بسواك فضعف النبي ﷺ عنه، فأخذته، فمضغته، ثم سننه به"(35)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا انتقال میرے گھر، میری باری والے دن، میرے سینے پر (کہ آپ کا سر مبارک میرے سینے پر رکھا تھا) ہوا اور اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب اور آپ کے لعاب کو جمع فرمایا، وہ اس طرح کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر ایک مسواک لے کر اندر آئے، نبی علیہ السلام میں اتنی قوت نہ تھی کہ اسے چبا پاتے، چنانچہ میں نے مسواک لی، اسے چبا کر نرم کیا، پھر انہیں مسواک کروائی۔"

اس روایت میں بھی عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

دلیل نمبر4:

"أَنَّ صَفِيَّة التي أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُول ﷺ تزوره، وَهُوَ مُعتكف في المسجد، في العشر الأواخر مِنْ رَمَضَانَ، ثُمَّ قَامَت تَنْقَلِبُ: فَقَامَ مَعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، حَتَّى إذا بلغ قريباً مِنْ بَاب المَسْجِدِ، عِنْدَ بَابِ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجِ التي مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ نَفَذَا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ: (عَلَى رَسْلِكُمَا). قالا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبلُغ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّم، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قلُوبِكُما شيئا"(36)

"حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوئیں، جہاں نبی علیہ السلام رمضان کے عشرہ اخیرہ میں معتکف تھے، ملاقات کے بعد رخصت ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے اور ساتھ چلے، یہاں تک کہ جب مسجد کے دروازے، جو باب ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے متصل تھا، کے قریب پہنچے تو ان دونوں کے پاس سے دو انصاری صحابی گزرے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا، پھر آگے نکل گئے، تو نبی علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا کہ

آرام سے چلو (کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہے)۔ان دونوں حضرات نے کہا، یارسول اللہ! سبحان اللہ! (یہ جملہ انہوں نے بطور تعجب کے کہا) اور ان دونوں پر نبی علیہ السلام کی بات بڑی شاق گزری، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک شیطان جسم انسانی میں اس طرح سرایت کرتا ہے جیسا کہ خون۔اور مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ شیطان تم دونوں کے دل میں کسی قسم کی بدگمانی کا بیج نہ بودے۔"

اس حدیث میں "ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس" الفاظ محل استشہاد ہیں یعنی اس میں گھر کی نسبت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہوا ہے۔علامہ قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نے لفظ قیل کے ساتھ نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دونوں حضرات اسید بن حضیر وعباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔(37) امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام پر چونکہ بہتان باندھنے کا نتیجہ کفر کے سوا کچھ نہیں، اس لیے نبی کریم ﷺ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ یہ دونوں حضرات بھی مبادا کفر کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں، لہذا نبی علیہ السلام نے پہل کرتے ہوئے انہیں اصل بات بتلادی اور شیطان کو یہ موقع نہ دیا کہ ان دونوں کے دل میں کوئی وسوسہ، کوئی غلط تصور ڈالے، جس کی بنا پر یہ ہلاک و برباد ہو جائیں۔

علامہ قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال إمامنا الشافعي -رحمه الله-: خاف عليهما الكفر إن ظنا به تهمة، فبادر إلى إعلامهما نصيحة لهما قبل أن يقذف الشيطان في قلوبهما شيئاً يهلكان به"(38)

"ہمارے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ اگر ان کو تہمت کا خیال آیا تو کافر ہو جائیں گے، اس لیے ان کی خیر خواہی کے لیے ان کو پہلے سے ہی آگاہ کر دیا تاکہ شیطان ان کے دلوں میں تہمت کا خیال پیدا کر کے ان کو ہلاک نہ کر ڈالے۔"

دلیل نمبر5:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ارْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ القِبْلَةِ، مُسْتَقْبِلَ الشَّأْمِ"(39)

"حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں اپنی ہمشیرہ حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہم) کے گھر کی چھت پر چڑھا تو دیکھا کہ بی کریم ﷺ قبلہ کی طرف پیٹھ کیسے ہوئے اور ملک شام کی طرف منہ کیے ہوئے اپنی حاجت پوری کر رہے ہیں۔"

اس روایت میں بھی گھر کی نسبت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہوا ہے۔

دلیل نمبر 6:

"عائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي العَصْرَ، وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا"(40)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور اس وقت تک دھوپ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے نہیں نکل پاتی تھی۔''

اس روایت میں حجرہ کی نسبت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہوا ہے۔

دلیل نمبر 7

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ الله عنه قال: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيبًا، فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ، فَقَالَ: هُنَا الفِتنَةُ ثَلاَثًا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ"(41)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ خطبہ (تقریر) دینے کے لیے کھڑے ہوئے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسکن کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا، یہاں فتنہ ہے، یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، جہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے۔''

اس روایت میں مسکن عائشہ کہہ کر گھر کی نسبت عائشہ رضی اللہ عنہا کیا ہے۔

دلیل نمبر 8:

"أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ إِنْسَانٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُرَاهُ فُلاَنًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الوِلاَدَةُ"(42)

''عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک صحابی کی آواز سنی جو (ام المؤمنین) حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے کہا، یارسول اللہ! میرا خیال ہے یہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ صحابی آپ کے گھر میں (جس میں حفصہ رضی اللہ عنہا رہتی ہیں) آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا، میرا خیال ہے یہ فلاں صاحب، حفصہ کے رضاعی چچا ہیں۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق پوچھا کہ اگر فلاں زندہ ہوتے تو کیا وہ بے حجاب میرے پاس آسکتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں! دودھ سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔''

اس حدیث میں گھر کی نسبت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہوئی ہے۔

دلیل نمبر9:

"جاء ثلاثة رهط إلى بيوت أزواج النبي ﷺ يسألون عن عبادة النبي ﷺ، فلما أخبروا كأنهم تقالّوها، فقالوا: وأين نحن من النبي ﷺ قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر؟ قال أحدهم: أما أنا، فإني أصلي الليل أبدا، وقال آخر: أنا أصوم الدهر ولا أفطر، وقال آخر: أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبدا، فجاء رسول الله ﷺ إليهم، فقال: "أنتم الذين قلتم كذا وكذا، أما والله إني لأخشاكم لله وأتقاكم له، لكني أصوم وأفطر، وأصلي وأرقد، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني"(43)

"تین حضرات (علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم) نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی کریم ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔"

اس حدیث میں بھی حجروں کی نسبت ازواج مطہرات کی طرف ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ گھر امہات المؤمنین کی ملکیت تھیں۔

دلیل نمبر10:

ایک حدیث میں ہے:

"كل مال النبي صدقة إلا ما أطعمه أهله وكساهم إنا لا نورث"(44)

''نبی کا سارا مال صدقہ ہے مگر ہاں جو کچھ اپنے اہل وعیال کو کھلایا یا ان کو پہنایا (وہ صدقہ نہیں ہے) ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔''

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ امہات المؤمنین کے حجرے نبی کریم ﷺ نے ان کو زندگانی میں ہی ہبہ کردئے جو ان کی ملکیت تھی۔

قول ثانی:

جب کہ ایک اور جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ اسکان تھا، ہبہ نہیں تھا اور ازواج مطہرات تاحیات وہیں رہیں، کیونکہ یہ اسی مؤنت کا حصہ تھا، جس کو خود نبی کریم ﷺ نے مستثنیٰ فرمایا، جیسا کہ ان کے نفقہ کو مستثنیٰ فرمایا تھا کہ

"ما تركت بعد نفقة أهلي ومؤنة عاملي فهو صدقة"(45)

''میں نے اپنے اہل وعیال کے خرچے اور عاملوں کی اجرت کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے وہ سب صدقہ ہے۔''

یہی اہل علم کا قول ہے اور اسی کو امام ابن عبد البر (46) اور ابن العربی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ (47) نے پسند فرمایا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن گھروں میں مقیم رہیں، ان کی وفات کے بعد وہ گھر ان کے ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوئے، چنانچہ یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ یہ گھر ان کی ملکیت میں نہیں تھے، صرف مسکن تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان گھروں کو مسجد نبوی کا حصہ بنا دیا گیا اور ان کے ذریعے اس کی توسیع کر دی گئی۔(48)

علامہ ابن المنیر کی رائے

جب کہ ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے برخلاف رائے اختیار کی اور فرمایا کہ امام بخاری یہاں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ان گھروں میں ازواج مطہرات کو رہائش کا اختیار تھی، مالکانہ اختیارات نہیں تھے، فرماتے ہیں:

" وساق البخاري الأحاديث التي تنسب إليهن البيوت فيها تنبيها على أن هذه النسبة تحقق دوام استحقاقهن للبيوت ما بقين"(49)

''امام بخاری یہاں پر ایسی احادیث لے کر آئے ہیں جن میں ان گھروں کی نسبت امہات المؤمنین کی طرف ہے۔ یہ درحقیقت اس بات پر تنبیہ ہے کہ ان کو ان گھروں میں رہائش کا استحقاق تاحیات تھا۔''

علامہ سہیلی کی کا موقف:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان گھروں کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی جاتی ہے تو یہ بطور ملک ہوتی ہے ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والوں! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ اور جب ان کی نسبت ازواج کی طرف ہوتی ہے تو ملکیت اور وراثت کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ بطور سکونت ورہائش کے ہوتی ہے۔[50]

صاحب جمل کا موقف:

مشہور مفسر قرآن علامہ جمل رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ: (لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس آیت میں اس امر کی دلیل ہے کہ گھر مرد کا ہوتا ہے اور اسی کے لیے اس کا فیصلہ کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بیت کی نسبت مرد (نبی) کی طرف کی ہے۔ لیکن اس پر اعتراض یہ ہے کہ ایک اور آیت (واذكرن ما يتلى في بيوتكن) میں تو بیوت کی نسبت عورتوں (ازواج مطہرات) کی طرف کی گئی ہے، اس لیے یہ کہنا تو درست نہیں رہا کہ گھر مرد کا ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیوت کی اضافت نبی اکرم ﷺ کی طرف باعتبار ملک ہے اور ازواج مطہرات کی طرف باعتبار محل ہے کہ یہ ان کے رہنے اور سکونت کی جگہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں اذن دخول (داخل ہونے کی اجازت) نبی علیہ السلام کا فعل بتلایا گیا ہے اور اذن مالک ہی کا حق ہوتا ہے۔[51]

ایک اہم تنبیہ

حافظ ابن حجر[52]، علامہ قسطلانی[53] اور شیخ الاسلام زکریا انصاری[54] وغیرہ نے کتاب الوضوء میں اوپر ذکر کردہ احتمال اول کہ نبی کریم ﷺ نے ازواج مطہرات کو یہ گھر ہبہ کر دیے تھے اور ان کو ان کا مالک بنا دیا تھا، کو ذکر کیا ہے اور اسی قول کو وہاں اختیار کیا ہے، جب کہ یہاں کتاب الخمس میں پہنچ کر ان حضرات نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو مکانات ازواج مطہرات کو دیے تھے، وہ ان کی ملک نہیں تھے، بلکہ وہاں اُن کیا قیام بطور اسکان تھا، جیسے بیوی کو نفقہ دیا جاتا ہے اور مسکن کے طور پر رہنے کو مکان دیا جاتا ہے تو وہ اس کی مالک نہیں ہوتی اور انہیں حضرات نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ یہی وجہ ہے کہ ان کے ورثہ کی طرف وہ مکانات منتقل نہیں ہوئے۔[55]

حافظ صاحب، علامہ قسطلانی اور شیخ زکریا انصاری رحمہم اللہ سب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وہاں کتاب الوضوء میں تو کچھ کہہ رہے تھے اور یہاں کتاب الخمس میں اور کچھ لیکن یہ اشکال علامہ عینی رحمہ اللہ پر نہیں ہوتا، کیونکہ انہوں نے یہ احتمال کتاب الوضوء میں ذکر نہیں کیا کہ ازواج مطہرات کا قیام وہاں مالکانہ حیثیت میں تھا۔[56]

رحلت کے بعد ازواج مطہرات کا نفقہ

نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی نے اہلِ خیبر کے ساتھ وہاں کے پھلوں یا زرعی پیداوار میں نصف پر معاملہ کیا تو آپ ﷺ اپنی بیویوں کو وہاں سے حاصل شدہ اسی (80) وسق کھجور اور بیس (20) وسق جو دیا کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کے تمام محصولات کو عام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا اور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو وسق اور زمین میں اختیار دے دیا۔ کچھ نے وسق پسند کئے اور کچھ نے زمین لے لی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ بھی ان میں شامل تھیں جنہوں نے زمین لے لی۔[57]

نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں کو نفقہ دیا کرتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد بھی انہیں ملتا رہا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يقتسم ورثتي دينارا، ما تركت بعد نفقة نسائي ومئونة عاملي فهو صدقة"[58]

''میری وراثت بصورت دینا تقسیم نہیں ہوگی۔ میری بیویوں کے نفقہ کے بعد اور میرے لیے عمل کرنے والوں کی اجرت کے بعد میں نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔''

یہ اس لیے تھا کہ جب نبی کریم ﷺ کی بیویوں نے دنیا اور اس کے سامان کے برعکس اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دارِ آخرت کو اپنے لیے چن لیا[59] تو ان کے لیے خوراک اور نان ونفقہ کا بندوبست کرنا ضروری ہوگیا، لیکن یہ میراث کی شکل نہ تھی اور اسی لیے ان کی رہائش گاہوں میں کسی نے ان سے تنازع نہ کیا، کیونکہ یہ سب کچھ ان کے اخراجات میں شمار ہوتا تھا جسے نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے ان کے لیے مخصوص کیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ما تركت بعد نفقة نسائي" [60]

''میں نے اپنی بیویوں کے نفقہ کے بعد جو کچھ چھوڑا۔''

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی زندگانی میں ہی اپنی بیویوں کے خرچ اور انتظامات کے لیے پریشان رہتے تھے جیسا کہ اس حدیث میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

"عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ كان يقول: إنَّ أمركنَّ لمِمَّا يُهمُّني بعدي، ولن يصبر عليكن إلا الصابرون قال: ثم تقول عائشة، فسقى الله أباك من سَلْسَبيل الجنة، تريد عبد الرحمن بن عوف، وقد كان وَصَل أزواج النبي ﷺ بمال، يقال: بيعت بأربعين ألف "[61]

’’ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (اپنی بیویوں سے) فرمایا کرتے تھے: ’’میرے بعد تمہارا معاملہ کچھ ایسا ہے، جو مجھے فکر مند رکھتا ہے۔ تمہارا خرچ وہی اٹھائیں گے، جو صابر لوگ ہیں‘‘۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اللہ تمھارے باپ کو جنت کے چشمۂ سلسبیل سے سیر اب فرمائے۔ اس سے ان کی مراد عبد الرحمن بن عوف تھے۔ انھوں نے آپ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ ایک ایسے مال کے ذریعہ جو کہا جاتا ہے کہ چالیس ہزار (دینار) میں بکا، اچھے سلوک کا مظاہرہ کیا۔‘‘

ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رحمہ اللہ بیان کر رہے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے اپنی ازواجِ مطہرات سے مخاطب ہوئے کہ مجھے اپنی وفات کے بعد تمہارے معاملے اور تمہارے گزر بسر کے بارے فکر لاحق ہے؛ کیوں کہ میں نے تمہارے لیے کوئی میراث نہیں چھوڑی اور تمہارے اوپر خرچ کرنے کا بار صرف صبر کرنے والے لوگ ہی برداشت کریں گے۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو سلمہ رحمہ اللہ سے کہا کہ اللہ تیرے باپ عبد الرحمن بن عوف کو جنت کے اس چشمے سے سیر اب کرے، جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ نے ازواج رسول ﷺ کے لیے ایک باغ بطور صدقہ دے دیا تھا، جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوا تھا۔

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے وارثوں نے کبھی ان کے گھروں میں میراث کا مطالبہ نہیں کیا اور اگر گھر ازواجِ النبی ﷺ کی ملکیت میں ہوتے تو وہ ان کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتے اور ان کے وارثوں کا اپنے حقوق کو ترک کرنا بھی اس کی دلیل ہے۔ اس لیے جب سب ازواجِ مطہرات وفات پا گئیں تو ان کے گھروں کو مسجد کی توسیع میں شامل کر لیا گیا تاکہ تمام مسلمان فائدہ اٹھائیں جیسے کہ ان نفقات کے ساتھ کیا گیا جو ان کو ملتے تھے۔[62]

نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے ترکہ میں سے ایک درہم کی بھی وارث نہیں بنیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

”أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ، فَقُلْتُ لَهُنَّ: أَلَا تَتَّقِينَ اللهَ، أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ. فَانْتَهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ، قَالَ: فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ، مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا، ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ

بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ، كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَقًّا"(63)

"(جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی) تو آپ کی بیویوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر کے پاس اپنی وارثت کے سوال کے لیے بھیجنا چاہا۔ اور ان سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو فئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی اس میں سے ان کے حصے دیئے جائیں، لیکن میں نے انہیں روکا اور ان سے کہا تم اللہ سے نہیں ڈرتی کہ آپ ﷺ نے خود نہیں فرمایا تھا کہ ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا؟ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا اشارہ اس ارشاد میں خود اپنی ذات کی طرف تھا۔ البتہ آل محمد (ﷺ) کو اس جائیداد میں سے تا زندگی (ان کی ضروریات کے لیے) ملتا رہے گا۔ جب میں نے ازواج مطہرات کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے بھی اپنا خیال بدل دیا۔ عروہ نے کہا کہ یہی وہ صدقہ ہے جس کا انتظام پہلے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کو اس کے انتظام میں شریک نہیں کیا تھا بلکہ خود اس کا انتظام کرتے تھے (اور جس طرح نبی کریم ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسے خرچ کیا تھا، اسی طرح انہیں مصارف میں وہ بھی خرچ کرتے تھے) اس کے بعد وہ صدقہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آگیا تھا۔ پھر حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں رہا۔ پھر جناب علی بن حسین اور حسن بن حسن کے انتظام میں آگیا تھا اور یہ حق ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا وارث نہ بنایا جانا قطعی سنت اور اجماع صحابہ سے ثابت یہ دونوں قطعی دلیلیں ہیں۔(64)

خلاصہ بحث

نبی کریم ﷺ کی نو بیویاں تھیں اس لیے ان کی رہائش کے لئے نو گھر تھے جن میں سے ہر ایک بیوی کی رہائش وسکونت علیٰحدہ گھر میں تھی۔ ان گھروں کو حجروں سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے تاہم مسئلہ یہ ہے کہ ان گھروں کی ملکیت نبی کریم ﷺ کی تھی اور ازواجِ مطہرات کو صرف سکونت کے لیے دی ہوئی تھیں یا ازواجِ مطہرات کو ان کا مالک بنادیا گیا تھا، اس کے متعلق نصوص میں واضح طور پر کوئی صراحت نہیں ہے البتہ قرآن وسنت کی نصوص میں کبھی تو ان کی ملکیت نبی کریم کی طرف ہوئی ہے اور کبھی ازواجِ مطہرات کی طرف۔ محدثین اور مؤرخین کا بھی اس معاملہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کی رہائش ان گھروں میں من حیث الاسکان تھیں یا من حیث الملکیت، کیونکہ آپ کے بعد تو

آپ کے مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتا اس لحاظ سے ان حجروں میں امہات المؤمنین کی رہائش من حیث الاسکان معلوم ہوتی ہے۔اس صورت میں جن نصوص میں ان حجروں کی نسبت امہات المؤمنین کی طرف ہوئی ہے تو یہ سکونت اور رہائش کے اعتبار سے ہے،تاہم بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ امہات المؤمنین کی رہائش ان گھروں میں من حیث الملک تھیں اور جہاں تک میراث کا تعلق ہے وہ تو مسلم ہے لیکن یہ ملکیت میراث کے اعتبار سے نہیں تھی بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں ہے یہ گھر امہات المؤمنین کو ہبہ کر دئے تھے۔

(*References*)

(١) سورة البقرة، ٢: ٢٣٣.

(٢) الخطيب الشربيني، شمس الدين محمد بن أحمد: مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، ج: ٣، ص: ٤٢٦، دار الكتب العلمية – بيروت، ط/ ١، ١٤١٥هـ – ١٩٩٤م.

(٣) المرغيناني: أبو الحسن برهان الدين علي بن أبي بكر: الهداية في شرح بداية المبتدي، ج: ٢، ص: ٢٨٥، دار إحياء التراث العربي — بيروت.

(٤) سورة البقرة، ٢: ٢٣٣.

(٥) سورة الطلاق، ٦: ٦٥.

(٦) ابن عابدين الشامي، محمد أمين حنفي، رد المحتار على الدر المختار، ج: ٢، ص: ٦٦٢، دار الفكر – بيروت، ط/٢، ١٤١٢هـ – ١٩٩٢م.

(٧) نفس المصدر ونفس الصفحة.

(٨) كاندهلوي، مولانا محمد إدريس: سيرت مصطفىٰ، ج: ١، ص: ٤٣٠، *کراچی: الطاف اینڈ سنز*.

(٩) ابن سعد، محمد بن سعد الزهري: الطبقات الكبرى، ج: ٣، ص: ٤٥٨، دار الكتب العلمية – بيروت، ط/ ١، ١٤١٠هـ – ١٩٩٠م.

(١٠) الزرقاني، أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي: شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج: ١، ص: ٣٧٠، دار الكتب العلمية– بيروت، ط/١، ١٤١٧هـ — ١٩٩٦م.

(١١) الحلبي، علي بن إبراهيم برهان الدين: السيرة الحلبية (إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون)، ج: ٢، ص: ١٦٩، دار الكتب العلمية – بيروت، ط/ ٢، ١٤٢٧هـ.

(١٢) السهيلي، أبو القاسم عبد الرحمٰن: الروض الأنف، ج: ٤، ص: ٢٦٧، دار إحياء التراث العربي – بيروت، ط/ ١، ١٤١٢هـ.

(١٣) نفس المصدر ونفس الصفحة.

(١٤) نفس المصدر ونفس الصفحة.

(١٥) النيسابوري، عبد الملك بن محمد: شرف المصطفىٰ، ج: ٢، ص: ٤٤٢، دار البشائر الإسلامية – مكة المكرمة، ط/١، ١٤٢٤هـ.

(١٦) أحمد غلوش، السيرة النبوية والدعوة في العهد المدني، ص: ٩٨، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط/ ١، ١٤٢٤هـ – ٢٠٠٤م.

(١٧) الروض الأنف، ج: ٤، ص: ٢٧١.

(١٨) نفس المصدر ونفس الصفحة.

(١٩) نفس المصدر ونفس الصفحة.

(٢٠) نفس المصدر ونفس الصفحة.

(٢١) سيرتِ مصطفىٰ، ج:١، ص: ٤٣٢.

(٢٢) البخاري، محمد بن إسماعيل: التاريخ الكبير، ذكر من كان بعد الخمسين سنة إلى الستين سنة، رقم الحديث: ٤٥٦، دائرة المعارف العثمانية — دكن، الهند.

(٢٣) الطبقات الكبرى، ج: ٣، ص: ٤٥٨.

(٢٤) سعيد بن منصور: السنن، كتاب الوصايا، باب وصية الصبي، رقم الحديث: ٤٣٧، الدار السلفية– الهند، ط/ ١، ١٤٠٣ھ/١٩٨٢م.
البتہ اس روایت میں عکرمہ کی صفیہ سے ثابت نہیں ہے۔ (صالح آل الشيخ: التكميل لما فات تخريجه من إرواء الغليل، ص: ٩٨).

(٢٥) بكري، حسين بن محمد: تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس، ج: ١، ص: ٣٤٦، دار صادر – بيروت.

(٢٦) البخاري، محمد بن إسماعيل: صحيح البخاري (الجامع المسند الصحيح المختصر من أُمور رسول الله صلى الله عليه وسلّم وسننه وأيامه)، ج: ٤، ص: ٨١.

(٢٧) العسقلاني، ابن حجر: فتح الباري، ج: ٦، ص: ٢١١، دار المعرفة – بيروت، ١٣٧٩ھ.

(٢٨) سورة الأحزاب، ٣٣: ٣٣.

(٢٩) نفس السورة، ٣٣ :٥٣.

(٣٠) كاندهلوي، محمد زكريا: الأبواب والتراجم، ج: ١، ص: ٢٠٥، دار النشأة الاسلامية – بيروت، ط/ ١، ٢٠١٢م.

(٣١) گنگوهي، رشيد أحمد: لامع الدراري، ج: ٧، ص: ٢٩٤. المكتبة الإمدادية – مكة المكرمة، ١٣٩٠ھ – ١٩٧٥م.

(٣٢) فتح الباري، ج: ٦، ص: ٢١١.

(٣٣) سورة الأحزاب ٣٣: ٥٣.

(٣٤) صحيح البخاري،كتاب فرض الخمس، بَابُ مَا جَاءَ فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ، وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوتِ إِلَيْهِنَّ، رقم الحديث: ٢٩٣٢.

(٣٥) أيضاً، رقم الحديث: ٣١٠٠.

(٣٦) أيضاً، كتاب الاعتكاف، باب هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابُ الْمَسْجِدِ، رقم الحديث: ٢٠٣٥.

(٣٧) القسطلاني، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن محمد: إرشاد الساري شرح صحيح البخاري، ج: ٥، ص: ١٩٨، المطبعة الكبرى الأميرية– مصر، ط/ ٧، ١٣٢٣ھ.

(٣٨) نفس المصدر ونفس الصفحة.

(٣٩) صحيح البخاري،كتاب الوضوء، باب التبرز فى البيوت، رقم الحديث: ١٤٨.

(٤٠) نفس المصدر، كتاب فرض الخمس، باب ما جاء في بيوت أزواج النبي ﷺ، رقم الحديث: ٣١٠٣.

(٤١) نفس المصدر، رقم الحديث: ٣١٠٤.

(٤٢) نفس المصدر، كتاب الشَّهَادَاتِ، بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الأَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيمِ، رقم الحديث: ٢٦٤٦.

(٤٣) نفس المصدر، رقم الحديث: ٢٦٤٦.

(٤٤) الطيالسي، أبو داود سليمان بن داود: المسند، رقم الحديث: ٤٤٣، دار هجر – مصر، ط/ ١، ١٤١٩ھ – ١٩٩٩م.

(٤٥) صحيح البخاري،كتاب الفرائض، باب قول النبي ﷺ: لا نورث ما تركناه صدقة، رقم الحديث: ٦٧٢٩.

(٤٦) ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله النمري: التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، ج: ٨، ص: ١٨٢، وزارة الأوقاف والشؤن الإسلامية– المغرب، ١٣٨٧ھ.

(٤٧) ابن العربي، أبو بكر محمد بن عبد الله: أحكام القرآن، ج: ٣، ص: ٦١٢، دار الكتب العلمية – بيروت، ط/ ٣، ١٤٢٤ھ –٢٠٠٣م.

(٤٨) الأبواب والتراجم، ج: ١، ص: ٢٠٠. ابن بطال، أبو الحسن علي بن خلف: شرح البخاري، ج: ٥، ص: ٢٦٣.

(٤٩) ابن المنير الجذامي، أحمد بن محمد بن منصور: المتواري على تراجم أبواب البخاري، ص: ١٨٦. مكتبة المعلىٰ– الكويت.

(٥٠) الروض الأنف، ج: ٤، ص: ٢٦٧.

(٥١) الجمل: سليمان بن عمر بن منصور: الفتوحات الإلهية بتوضيح الجلالين للدقائق الخفية المعروف بتفسير جمل، ص: ٦٥٣، دار إحياء التراث العربي – بيروت.

(٥٢) فتح الباري، ج: ٦، ص: ٢١١.

(٥٣) إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، باب التبرز في البيوت، ج:١، ص: ٢٤٨.

(٥٤) زكريا الأنصاري، زين الدين أبو يحيى محمد بن أحمد: منحة الباري بشرح صحيح البخاري المسمى تحفة الباري، باب التبرز في البيوت، ج: ١، ص: ١٩٨، مكتبة الرشد – الرياض، ط/ ١، ١٤٢٦ھ – ٢٠٠٥م.

(٥٥) فتح الباري، ج: ٦، ص: ٢١١.

(٥٦) بدر الدين العيني، أبو محمد محمود بن أحمد: عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٢٨٦، دار إحياء التراث العربي- بيروت.

(٥٧) صحيح البخارى، كِتَاب الْمُزَارَعَةِ، بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ، رقم الحديث: ٢٣٢٨.

(٥٨) نفس المصدر، كتاب فرض الخمس، باب نفقة نساء النبي ﷺ بعد وفاته، رقم الحديث: ٣٠٩٦.

(٥٩) سورة الأحزاب ٣٣: ٢٩ -٣١.

(٦٠) صحيح البخاري، كتاب فرض الخمس، باب نفقة نساء النبي ﷺ بعد وفاته، رقم الحديث: ٣٠٩٦.

(٦١) الترمذي، محمد بن عيسى: سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب عبد الرحمٰن بن عوف رضي الله عنه، رقم الحديث: ٣٧٤٩، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

(٦٢) فتح الباري، ج: ١٢، ص: ٧.

(٦٣) صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني النضير ومخرج رسول الله إليهم، رقم الحديث: ٤٠٣٤.

(٦٤) ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم: منهاج السنة النبوية، ج: ٤، ص: ٢٢٠، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية — المملكة العربية السعودية، ط/ ١، ١٤٠٦ هـ- ١٩٨٦م.

Transliteration

- *Ālqurān L-Krīm.*
- *Al-Khaṭīb Ash-Shurbaīnī, Shams Ad-Dīn Muḥamad Ibn Aḥmad: Mughni Al-Muḥtāj Ila Maʿrefat Maʿāni Al-Fāẓ Al-Menhāj.*
- *Al-Marghīnānī: Abū Al-Ḥasan Burhān Ad-Dīn ʿalī Ibn Abī Bakr: Al-Hedāīat Fī Sharḥ Bedāīt Al-Mubtadī.*
- *Ibn ʿābdīn Ash-Shāmī, Muḥamad Amīn Ḥanafī, Rad Al-Muḥtār ʿala Ad-Dur Al-Mukhtār.*
- *Kāndehlawy, Mūlānā Muḥamad Idrīs: Sīrat Muṣṭafa.*
- *Ibn Saʿd, Muḥamad Ibn Saʿd Al-Zuhrī: Aṭ-Ṭabqāt Al Kubra.*
- *Al-Zarqānī, Abū ʿabd Allāh Muḥamad Ibn ʿabd Al-Bāqī: Sharḥ Al-Zarqānī ʿala Al-Mawāheb Al-Laduniat Belmenaḥ Al-Muḥamadīat.*
- *Al-Ḥalabī, ʿalī Ibn Ibrāhīm Burhān Ad-Dīn: As-Sīrat Al-Ḥalabīat (Insān Al-ʿīūn Fī Sīrat Al-Amīn Al-M'amūn).*
- *Al-Suhaīlī, Abū Al-Qāsem ʿabd Ar-Raḥmān: Ar-Raūḍ Al-Unuf.*
- *Al-Nīsābūrī, ʿabd Al-Malek Ibn Muḥamad: Sharaf Al-Muṣṭafā.*
- *Aḥmad Ghalūsh, As-Sīrat An-Nabawyat Wāldaʿūt Fi Al-ʿahd Al-Madanī.*
- *Al-Bukhārī, Muḥamad Ibn Ismāʿīl: At-Tārīkh Alkabīr.*
- *Al-Bukhārī, Muḥamad Ibn Ismāʿīl: Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī (Āljāmeʿ Al-Musnad Al-Ṣaḥīḥ Al-Mukhtaṣar Men Umūr Rasūl Allāh Ṣalla Allāhu ʿalaīh Ūa Sallam Ūa Sunanehe Ū'ayāmeh).*
- *Saʿīd Ibn Manṣūr: As-Sunan.*
- *Ṣāleḥ Aal- Ash-Shaīkh: At-Takmīla Elmā Fāt Takhrījuh Men Irwā' Al-Ghalīl.*
- *Bakrī, Ḥusaīn Ibn Muḥamad: Tārīkh Al-Khamīs Fī Aḥwāl Anfas An-Nafīs.*
- *Al-ʿasqalānī, Ibn Ḥajar: Fatḥu Al-Bārī.*

- *Kāndehlawy, Muḥamad Zakrīā: Al-Abwāb Wāltarājem.*
- *Gangūhī, Rashīd Aḥmad: Lāmeʿ Ad-Darārī.*
- *Al-Qasṭalānī, Abū Al-ʿabās Shahāb Ad-Dīn Aḥmad Ibn Muḥamad: Irshād As-Sārī Sharḥ Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī.*
- *Al-Ṭīālesī, Abū Dāūd Sulaīmān Ibn Dāūd: Al-Musnad.*
- *Ibn ʿabd Al-Bar, Abū ʿumar Īūsuf Ibn ʿabd Allāh An-Namrī: At-Tamhīd Lemā Fi Al-Mūṭ'a Men Al-Maʿānī Wāl'asānīd.*
- *Ibn Al-ʿarabī, Abū Bakr Muḥamad Ibn ʿabd Allāh: Aḥkām Al-Qurān.*
- *Ibn Baṭāl, Abū Al-Ḥasan ʿalī Ibn Khalaf: Sharḥ Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī.*
- *Ibn Al-Munīr Al-Judhāmī, Aḥmad Ibn Muḥamad Ibn Manṣūr: Al-Mutawārī ʿala Tarājem Abwāb Al-Bukhārī.*
- *Al-Jamal: Sulaīmān Ibn ʿumar Ibn Manṣūr: Al-Futūḥāt Al-Ilahīat Betaūḍīḥ Al-Jalālaīn Leldaqā'iq Al-Khafīat Al-Maʿrūf Betafsīr Jamal.*
- *Zakrīa Al-Anṣārī, Zaīn Ad-Dīn Abū Īḥīa Muḥamad Ibn Aḥmad: Menḥat Al-Bārī Besharḥ Ṣaḥīḥ Al-Bukhāri Al-Musama Tuḥfat Al-Bārī.*
- *Badr Ad-Dīn Al-ʿaīnī, Abū Muḥamad Maḥmūd Ibn Aḥmad: ʿumdat Al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī.*
- *Al-Termedhī, Muḥamad Ibn ʿīsa: Sunan At-Termedhī.*
- *Ibn Taīmīat, Aḥmad Ibn ʿabd Al-Ḥalīm: Menhāj As-Sunat An-Nabawyat.*